اقبالؒ کا نظریۂ فن

ڈاکٹر شبنم اسحٰق

Dr.Shabnam Ishaq

Assistant Professor, Department of Urud,

Govt. M.A.O College, Lahore.

ڈاکٹر عطاالرحمٰن میو

Dr.Ata-ur-Rehman Meo,

Associate Professor, Department of Urud,

Govt. M.A.O College, Lahore.

Abstract:

Art has an aim of life according to Iqbal,s Idealogy .He thinks that life is not aimless or useless thing.According to him, a great art is helpful to acheive the aim of life which creates power of action in man to face the challenges of life.So Iqbal is in Favour of aim in art either than art for art.

کلیدی الفاظ:

نظریۂ فن۔مقاصدِ حیات۔مرقعِ چغتائی۔نقطۂ نظر۔روحانی صحت۔الہامی صلاحیت۔حیات بخش تاثیر۔ہنرورانِ ہند۔ضربِ کلیم۔اندیشۂ تاریک۔صنم حسنے چشمِ آدم۔مقاماتِ بلند۔خوابیدہ بدن۔صورت گر۔ناقص تصور۔آلۂ تفریح۔سچے راہنما۔خونِ جگر۔مسجدِ قرطبہ۔سودائے خام۔رنگِ ثبات۔صاحبِ فروغ۔حریمِ وجود۔کاروبارِلات ومنات۔سوزخودی۔حیاتِ ابدی۔فن برائے فن۔

اقبالؒ کے نظریۂ فن میں مقاصدِ حیات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے جو فن کی نوعیت، افادیت اور معیار کو جانچنے کی کسوٹی ہیں۔مرقع چغتائی میں اقبال کے آرٹ کے متعلق اپنے نقطۂ نظر کی اس طرح تشریح کی ہے:

> ’’کسی قوم کی روحانی صحت کا دارومدار اس کے شعرا اور آرٹسٹ کی الہامی صلاحیت پر ہوتا ہے لیکن یہ ایسی چیز نہیں جس پر کسی کو قابو حاصل ہو۔یہ ایک عطیہ ہے۔اس عطیہ سے فیض یاب ہونے والے کی شخصیت اور خود اس عطیے کی حیات

بخش تاثیر انسانیت کے لیے اہمیت رکھتی ہے۔کسی زوال پذیر آرٹسٹ کی تخلیقی تحریک۔اگر اس میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ اپنے نغمے یا تصویر سے لوگوں کے دل لبھا سکے،قوم کے لیے چنگیز خان کے لشکروں سے زیادہ تباہ کن ثابت ہوسکتی ہے۔‘‘(۱)

اسی خیال کو’’ہنرورانِ ہند‘‘ کے عنوان سے علامہ اقبال نے’’ضربِ کلیم‘‘ میں اس طرح پیش کیا ہے:

عشق و مستی کا جنازہ ہے تخیل ان کا
ان کے اندیشۂ تاریک میں قوموں کے مزار

موت کی نقش گری ان کے صنم خانوں میں
زندگی سے ہنر ان برہمنوں کا بیزار

چشمِ آدم سے چھپاتے ہیں مقاماتِ بلند
کرتے ہیں روح کو خوابیدہ بدن کو بیدار

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ! بے چاروں کے اعصاب پر عورت ہے سوار(۲)

اقبال اس ہنر کو ناقص تصور کرتے ہیں جس میں جلال و جمال،دونوں خوبیاں نہ ہوں۔ان کے نزدیک ہنر ایک معجزہ کا درجہ اسی وقت حاصل کرسکتا ہے جب اس میں جمال کے ساتھ جلال بھی ہو،کیوں کہ:

دلبری بے قاہری جادوگری است
دلبری با قاہری پیغمبری است

اقبال فرماتے ہیں:

’’میرا عقیدہ ہے کہ آرٹ یعنی ادبیات یا شاعری یا مصوری یا موسیقی یا معماری ان میں سے ہر ایک زندگی کے معاون اور خدمت گار ہیں۔اسی بنا پر میں آرٹ کو ایجاد اختراع سمجھتا ہوں نہ کہ محض آلۂ تفریح۔شاعر قوم کی بنیاد کو آباد بھی کرسکتا ہے اور برباد بھی۔۔۔۔۔ملک کے شعرا پر لازم ہے کہ وہ نوجوان قوم کے سچے راہنما بنیں۔زندگی کی عظمت اور بزرگی کی بجائے موت کو زیادہ بڑھا کر نہ دکھائیں۔‘‘(۳)

اقبال کے یہاں فن کے بارے میں فن کار کے خلوص یا خونِ جگر کا ذکر ایک جگہ نہیں، متعدد جگہ آیا ہے۔ لیکن ''مسجدِ قرطبہ'' میں یہ ذکر زیادہ واضح اور تاثیر میں ڈوبا ہوا ہے۔ اقبال فرماتے ہیں:

رنگ ہو یا خشت و سنگ چنگ ہو یا حرف وصوت
معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود

قطرۂ خون جگر کو سِل بناتا ہے دل
خونِ جگر سے سدا سوز و سرور و سرود

نقش ہیں سب نا تمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر(۴)

فن کار کے اس خلوص یا خونِ جگر کا دوسرا نام اقبال کے یہاں عشق ہے:

اول و آخر فنا باطن و ظاہر فنا
نقشِ کہن ہو کہ نَو منزل آخر فنا

ہے مگر اس نقش میں رنگِ ثبات کا دوام
جس کو کیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحبِ فروغ
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام(۵)

ڈاکٹر یوسف حسین خاں کہتے ہیں:

''اقبال کی شاعری بعض روحانی اور اخلاقی مقاصد کے لیے ہے۔ وہ اپنے سامع کے دل میں جذب وقوت کی ایسی کیفیت پیدا کرنا چاہتے ہیں جس کے ذریعے وہ فطرت پر قابو پا سکے۔ اس کے آرٹ کے دو محرک خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ایک تو انسانی زندگی کے لامحدود امکانات کا عقیدہ اور دوسرے نفسِ انسانی کی کائنات میں فوقیت۔''(۶)

اقبال کو فنِ اداکاری اسی لیے پسند نہیں کہ اس میں انسان کی خودی باقی نہیں رہتی:

تری خودی سے ہے روشن تر حریمِ وجود
حیات کیا ہے؟ اسی کا سرور و سوز و ثبات

بلند تر مہ و پرویں سے ہے اسی کا مقام
اسی کے نور سے پیدا ہیں تیرے ذات و صفات

حریم تیرا ، خودی غیر کی! معاذاللہ
دوبارہ زندہ نہ کر کاروبارِ لات و منات

یہی کمال ہے تمثیل کا کہ تُو نہ رہے
رہا نہ تُو ، تو نہ سوزِ خودی نہ سازِ حیات(۷)

سید عابد علی عابد تحریر کرتے ہیں:

''اقبال کی نظر میں آرٹ کی عظمت اور حسن کا تعلق اصلاً معانی ومطالب اور آرٹسٹ کی شخصیت سے ہے۔۔۔۔۔صناعِ فطرت کو اپنے قالب میں ڈھالتا ہے، خود اس کے قالب میں کبھی نہیں ڈھلتا۔''(۸)

اقبال کہتے ہیں کہ انسان نے افادی علوم کے ذریعے فطرت کی نقل کی بجائے اسے سنوارنے اور اس میں اضافہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ انسان خدا کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

تو شب آفریدی چراغ آفریدم
سفال آفریدی ایاغ آفریدم

بیابان و کہسار و راغ آفریدی
خیابان و گلزار و باغ آفریدم

من آنم کہ از سنگ آئینہ سازم
من آنم کہ از زہر نوشینہ سازم

اقبال کے نظریۂ فن کے حوالے سے سید وقار عظیم تحریر کرتے ہیں:

''اقبال زندگی کا شاعر ہے اور فن کو اس کا خادم جانتا ہے۔۔۔۔۔اقبال نے ایک جگہ زندگی اور فن کے اس رشتہ کی صداقت بڑے صاف لفظوں میں یوں کی ہے:

علم و فن از پیش خیزان حیات
علم و فن از خانہ زادان حیات''(۹)

فن کار جس قدر جذبات واحساسات کی گہرائی کو فن کے اندر سموئے گا، فن اتنا ہی نکھرتا جائے گا۔اس بات کی وضاحت اقبال نے ان اشعار میں کی ہے:

ہر چیز کہ ایجاد معانی ہے خدا داد
کوشش سے کہاں مردِ ہنر مند ہے آزاد

بے محنتِ پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
روشن شررِ شیشہ ہے ہے خانۂ فرہاد(۱۰)

اقبال کے نزدیک فن کار کو اپنے آپ کو فطرت کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑ دینا چاہیے بل کہ اس چیز کو تخلیق کرے جو موجود نہیں ہے۔چناں چہ فرماتے ہیں:

''انسانی قوت کا راز یہ ہے کہ فطرت کے مہیجات کے خلاف مقاومت کی جائے نہ کہ ان کے عمل کے سامنے اپنے تئیں رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے۔ جو کچھ موجود ہے اس کی مقاومت اس واسطے کرنی چاہیے کہ جو موجود نہیں ہے اس کی تخلیق ہو۔ایسا کرنا محبت وزندگی سے عبارت ہے۔اس کے ماسوا جو کچھ ہے وہ زوال اور موت کی طرف لے جانے والا ہے۔''(۱۱)

اقبال کے نزدیک محکوم قوم کا فن بھی بے جان ہوتا ہے اوران میں عاشقانہ شاعری، رقص، موسیقی، صناعی، مصوری اور بت تراشی خوب فروغ پاتے ہیں:

محکوم کے حق میں ہے یہی تربیت اچھی
موسیقی و صورت گری و علم نباتات

سلطانہ صدیقی تحریر کرتی ہیں:

''وہ (اقبال) فن کے لیے یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اسے قوم کے تعمیری پہلو کا عکاس ہونا چاہیے۔ایسا فن جو اسلامی عقائد ونظریات کے مطابق ذہنِ انسانی میں روشنی اور قلب میں گرمی پیدا نہ کر سکے فن کہلانے کا مستحق نہیں ہے کیوں کہ ذہن کی مخصوص روشنی اور قلب کی گرمی ہی سے اعلیٰ جذبات جنم لیتے ہیں اورفن کاران جذبات کو ایک مناسب وموزوں صورت میں دوسروں تک پہنچاتا ہے جس سے معاشرے کی اصلاح بھی ہوتی ہے اورذہنِ انسانی میں وہ جذبہ بھی ابھرتا ہے جو خیالات ابدی کی جستجو میں مسلسل سرگرداں رہتا ہے۔''(۱۲)

یہی وجہ کہ اقبال بار بار فن کار کو اس کے فرائض کا احساس دلاتے رہتے ہیں:

مہر و مہ و مشتری چند نفس کا فروغ
عشق سے ہے پائیدار تیری خودی کا وجود

تیرے قوم کا ضمیر اسود و احمر سے پاک
ننگ ہے تیرے لیے سرخ و سفید و کبود

تیری خودی کا غیاب معرکۂ ذکر و فکر
تیری خودی کا حضور عالمِ شعر و سرود

روح تیری ہے اگر رنجِ غلامی سے زار
تیرے ہنر کا جہاں دیر و طواف و سجود

اور اگر با خبر اپنی شرافت سے ہو
تیری سپہ انس و جن! تو ہے امیرِ جنود(۱۳)

اقبال زندگی کو ایک بے مقصد اور بے مصرف چیز نہیں سمجھتے۔ان کے یہاں مقصدِ حیات کو سب سے مقدم چیز سمجھا گیا ہے۔اس لیے ان کے نزدیک اعلیٰ ترین فن وہ ہے جو مقاصدِ حیات کے حصول میں ممد و معاون ثابت ہو، جو قوت عمل کو بیدار کرے اور پیکارِ حیات سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت پیدا کرے۔اس لیے اقبال فن برائے فن کے قائل نہیں بل کہ فن میں مقصدیت ہی کو فن کا اصل جوہر گردانتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ سلیم اختر، اقبال کا ادبی نصب العین، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز،ص:۱۶۹
۲۔ محمد اقبال، بالِ جبریل در کلیاتِ اردو، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۹۰ء،ص:۱۲۹
۳۔ سلیم اختر، اقبال کا ادبی نصب العین،ص:۴
۴۔ محمد اقبال، بالِ جبریل در کلیاتِ اردو،ص:۹۵
۵۔ ایضاً،ص:۹۴
۶۔ یوسف حسین خاں، روحِ اقبال، لاہور: القمر انٹر پرائزز، ۱۹۹۴ء،ص:۲۰
۷۔ محمد اقبال، ضربِ کلیم،ص:۱۰۴

۸۔ عابد علی عابد، سید، نقوشِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۵ء، ص:۴۳
۹۔ وقار عظیم، سید، اقبال کا نظریۂ فن، مشمولہ: اقبال کے فکری آئینے، مرتبہ: حسن رضوی، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء، ص:۴۰
۱۰۔ محمد اقبال، ضربِ کلیم، ص:۱۳۱
۱۱۔ عندلیب شادانی، ادب اور فنونِ لطیفہ کے متعلق اقبال کا نظریہ، مشمولہ: اقبال کے فکری آئینے، ص:۲۴۰
۱۲۔ سلطانہ صدیقی، اقبال اور فنونِ لطیفہ، مشمولہ: اقبال کا ادبی نصب العین، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص:۱۹۹
۱۳۔ محمد اقبال، ضربِ کلیم، ص:۱۳

☆......☆......☆